ڈاکٹر محمود الحسن صاحب عارف

# استاذ القراء قاری ابو محمد محی الاسلام پانی پتیؒ

اور

# اُن کی خدمات

آج عوام الناس پانی پت کا نام ان تین جنگوں کی وجہ سے جانتے ہیں جو اس کے میدانوں میں مدعیانِ سلطنت کے مابین لڑی گئیں اور جنہوں نے تین بار ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ فاتحین کے حق میں دیا۔ تاہم پانی پت میں حق و باطل اور کفر و اسلام کی ایسی جنگ بھی عرصے سے لڑی جا رہی ہے جس کی صدائے بازگشت اس وقت پاکستان اور ہندوستان کے ہر شہر میں سنی جا سکتی ہے۔ کفر و اسلام اور نور و ظلمت کی یہ جنگ قرآنی مکاتب و مدارس کی شکل میں برصغیر پاک و ہند کے گوشے گوشے تک پہنچ چکی ہے۔ اس رزم گاہ کو سجانے میں پانی پت کے درویش صفت قاریوں اور حافظوں نے نمایاں حصہ لیا۔ اسی بنا پر اس وقت قرآن پڑھنے اور پڑھانے کے ایک خاص انداز کو "پانی پتی" قرار دیا جاتا ہے۔

"درویشوں اور قاریوں" کے شہر پانی پت کی خاک سے یوں تو صدہا ارباب علم و دانش نے جنم لیا اور سینکڑوں صاحبان فکر و فن نے اس کے آغوش تربیت میں جگہ پائی۔ جن کا تذکرہ ہندوستان کی تاریخ کا گراں قدر سرمایہ ہے۔ مگر ان میں چند ارباب فن ایسے ہیں۔ جو اپنے علمی کارناموں کی بدولت حیات دوام کا درجہ حاصل کر چکے ہیں استادانِ فن کی اس فہرست میں استاذ القراء قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی پانی پتی کا نام نامی بھی زینت اوراق ہے۔ قرآن مجید کے درس و تدریس اور تفسیر مظہری کی طباعت و اشاعت کے لئے ان کی کوششیں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

قاری صاحب علمی خاندان، خاندانِ عثمانی کے چشم و چراغ ہیں۔ ان کا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے مخدوم شیخ جلال الدین عثمانی چشتی (المتوفی ۷۶۵ھ/۱۳۶۳ء) سے ان کے صاحبزادے مخدوم محمد ابراہیم کے توسط سے جا ملتا ہے تفصیل اس طرح ہے:۔

قاری محی الاسلامؒ بن الحاج قاضی محمد مفتاح الاسلام بن مولوی حافظ محمد بدر الاسلام[2] بن شیخ

محمد فخرالدین[3] معروف بہ غلام مجدد بن شیخ[4] غلام شمس الدین بن شیخ محمد عظیم[5] بن شیخ جلال الدین[6] بن شیخ سعید الدین[7] بن مولوی شیخ عبد القدوس[8] بن شیخ خلیل[9] اللہ بن مفتی عبد السمیع[10] بن شیخ حبیب[11] اللہ بن شیخ حسین[12] عرف منا بن خواجہ[13] محفوظ بن خواجہ احمد[14] بن خواجہ[15] ابراہیم بن شیخ جلال[16] الدین عثمانی ۔

مخدوم شیخ جلال الدین نے اپنے فرزند ارجمند مخدوم محمد ابراہیم کو ان کی لیاقت و دانائی کو دیکھ کر یہ خوشخبری سنائی تھی کہ ۔

در نسل تو ہمیشہ علما خواہند بود[1]
تمہاری نسل میں ہمیشہ علماء ہوتے رہیں گے

خاندان عثمانی کے ایک جلیل القدر عالم اور شہرۂ آفاق مصنف قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء) اپنی ایک تحریر میں مولوی نعیم اللہ بہرائچی (م ۱۲۱۸ھ/ ۱۸۰۲ء) کو لکھتے ہیں کہ مخدوم جلال الدین کی اس پیشین گوئی کا یہ اثر ہے کہ ہمارے اس خاندان سے علم ظاہر کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوا ۔ اور ہر دور میں اس خاندان کے علماء ممتاز و فائق نظر آتے ہیں[2]

قاضی صاحب قدس سرہٗ کے استاد و مربی حضرت مرزا جان جاناں شہید (م ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۱۰ء) قاضی صاحب کے بڑے صاحبزادے قاضی احمد اللہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں "علوم ظاہری" کو ان کی آبائی وراثت (میراث) قرار دیتے ہیں[3] جس سے اس خاندان کی علمی روایات کا از خود اندازہ کیا جا سکتا ہے ۔

ہمارے اس مقالے کے موضوع قاری ابو محمد محی الاسلام اپنے والد ماجد مفتاح الاسلام عثمانی (بن مسماۃ بیگم بنت قاضی محمد کلیم اللہ بن مولوی دلیل اللہ بن قاضی صاحب) اور اپنے ایک جد اعلیٰ شیخ فخر الدین (بن مسماۃ نشاط بیگم بنت قاضی صاحب) کے توسط سے قاضی محمد ثناء اللہ صاحب پانی پتی مصنف تفسیر مظہری کی اولاد میں ہونے کا شرف رکھتے ہیں[4]

قاری محی الاسلام نے اس علمی خاندان میں ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۵ء میں پانی پت میں اس وقت آنکھ کھولی جب ہندوستان کے طول و عرض میں برطانوی حکومت کا آفتاب نصف النہار پر تھا اور مسلمانوں کی جدوجہد آزادی سامراج کے ظلم و ستم کے سامنے دم توڑتی دکھائی دیتی تھی ۔

حصول تعلیم | قاری صاحب نے اپنے آبائی شہر پانی پت ہی میں قرآن مجید حفظ کر کے اپنی علمی زندگی کا آغاز کیا

---

[1] بشارات مظہریہ (قلمی) ص ۱۴۷ [2] مولوی نعیم اللہ بہرائچی: بشارات مظہریہ، قلمی، مملوکہ مقالہ نگار ورق ۱۴۷

[3] عبدالرزاق قریشی: مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں، بمبئی ۱۹۶۶ء

[4] قاری ابو محمد محی الاسلام: تعارف تفسیر مظہری، قلمی، مملوکہ مقالہ نگار ص ا ۔

ان کے استاد پانی پت کے مشہور نابینا بزرگ "قاری عبدالرحمٰن" اعمیٰ (م ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء) تھے۔ جو قاری نجیب اللہ پانی پتی اور قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی کے نامور تلمیذ تھے۔ انیسویں صدی کے اسی اختتامی حصے میں انہوں نے بقیہ علوم تجوید و قرأت کی تکمیل کی۔ وہ قرأت عشرہ متواترہ کے جید عالم اور فاضل استاد تھے۔

**تدریس** درس نظامی اور قراۃ عشرہ کی تکمیل کے بعد انہوں نے پانی پت میں ہی درس و تدریس کا آغاز کر دیا۔ پانی پت اس وقت اپنی تعلیم و تدریس قرآن کی خدمات کے باعث پورے ہندوستان بھر میں شہرت و قبولیت کے اوج کمال پر پہنچا ہوا تھا اور یہاں حصول علم کے لئے آنے والے طالب علموں اور مشتاقان علم کی کمی نہ تھی۔

**پانی پت میں تدریس قرآن کی تحریک کا پس منظر** آگے بڑھنے اور قاری صاحب کی خدمات جلیلہ پر تبصرہ کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پانی پت میں "تدریس قرآن" کی تحریک کا پس منظر بیان کر دیا جائے

بارھویں صدی ہجری/اٹھارھویں صدی عیسوی کے وسط کا یہ واقعہ ہے کہ پانی پت کا ایک نوجوان مصلح الدین حسب معمول شب برات کی آتش بازی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ پھر اچانک ایک ایسا حادثہ پیش آیا کہ جس سے اس نوجوان کی مکمل طور پر کایا پلٹ گئی۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ اس آتش بازی کے کھیل میں ان کے ہاتھوں سے ایک قیمتی جان تلف ہوگئی۔ نوجوان مصلح الدین کو سرکاری احتساب کا ڈر محسوس ہوا۔ اور اس طرح یہ کھلنڈرا نوجوان وطن سے بے وطن ہو کر حجاز مقدس میں جوار رسول علیہ التحیۃ والسلام میں جا پہنچا۔ وہاں اس کی ملاقات ایک اور ہم وطن نسیم احمد رامپوری سے ہوگئی۔ دونوں نے مل کر تہیہ کر لیا کہ "مدینۃ النبی" سے قرأت کا فن سیکھ کر وطن واپس لوٹیں گے۔ چنانچہ دونوں نوجوانوں نے قاری القراء شیخ الحرم عبیداللہ المدنی کی خدمت میں حاضری دی۔ اور ان کی خدمت میں پندرہ سال رہ کر سبقاً سبقاً اور حرفاً حرفاً قرآن مجید اور علوم قرأت و تجوید کی تحصیل کی۔ پندرہ برس کے بعد یہ دونوں اپنے فن میں استاد کامل بن کر وطن واپس لوٹے۔ اور یوں ہندوستان کو دو صالح اور صحیح الجذبہ نوجوان، ماہر قرأت میسر آئے۔

قاری نسیم احمد رامپوری نے اپنے وطن رامپور میں اور قاری مصلح الدین نے اپنے مولد و مسکن پانی پت میں تدریس قرآت کا آغاز کیا۔ قاری نسیم احمد نے اپنی زندگی میں سیکڑوں لوگوں کو قرأت پڑھائی۔ مگر قاری مصلح الدین نے فقط اپنے ایک بیٹے قاری عبیداللہ عرف قاری لالہ اور اپنی ایک صاحبزادی کو یہ فن سکھایا۔ ان کے یہ دونوں شاگرد اپنے فن میں اس قدر ماہر اور پختہ تھے کہ ہر کوئی انہیں سن کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلا۔ ایک شمع نے دوسری شمع جلائی۔ تا آنکہ "پانی پت" کے حفاظ اور قراء پورے ہندوستان میں مقبول اور مشہور ہو گئے۔ اور یوں قرآن مجید پڑھنے اور قرأت قرآنیہ کے درس و

تدریس کے اس سلسلے کا نشو و نما جاری رہا۔ جو اپنے مؤسس کے مولد و مسکن سے مناسبت کی بنا پر "پانی پتی" کہلایا۔

"پانی پتی" لہجے اور "تدریس" کو آگے بڑھانے میں پانی پت کے سیکڑوں حفاظ و قراء اور قاریات نے حصہ لیا۔ اس ضمن میں قاری مصلح الدین عباسی (م ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء) قاری عبداللہ، عرف قاری لالہ (م ۱۲۶۰ھ / ۱۸۴۴ء) حافظ محمد زبیر عرف مالی (م ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء) قاری خدا بخش انصاری (پیدائش ۱۱۹۱ھ / ۱۷۷۷ء) قاری محمدی انصاری۔ حافظ اکرام اللہ انصاری (م ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء) قاری احمد انصاری (م ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء) حافظ شمس الاسلام عثمانی (م ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء) قاری محمد علی عثمانی (م ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء) حافظ محمد علی انصاری (م ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء) حافظ نجم الاسلام عثمانی (م ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء) حافظ بدر الاسلام عثمانی (م ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء) حافظ ممتاز علی انصاری (م ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء) قاری کبیر الدین (م ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء) قاری نجیب اللہ عثمانی (م ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۲ء) قاری عبداللہ انصاری (م ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء) حافظ مرید حسین عثمانی (م ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء) شیخ القراء قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی۔ قاری عبدالرحیم انصاری (م ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء) قاری نور الہدیٰ عثمانی (م ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء) قاری عبدالعلیم انصاری، حافظ محمد یحییٰ انصاری اور قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی وغیرہ کے اسمائے گرامی پیش کئے جا سکتے ہیں[1] جنہوں نے تمام زندگی قرآن مجید اور علوم قرآن کی نشر و اشاعت میں بسر کر دی۔

**قاری ابو محمد محی الاسلام کی تدریس**

اس طرح جب قاری ابو محمد محی الاسلام کا زمانہ آیا تو اس وقت پانی پت میں یہ تحریک زوروں پر تھی۔ پانی پت کے ہر گھر سے قرآن مجید پڑھنے اور پڑھانے کی آوازیں آیا کرتی تھیں۔ اس شہر کے مرد تو مرد رہے اس کی خواتین بھی اس "شوق" میں مردوں سے پیچھے نہ تھیں۔ چنانچہ ہمیں متعدد قاریات کا پتہ چلتا ہے جو باقاعدہ اپنے اپنے گھروں میں قرآن مجید اور علوم قرأت پڑھایا کرتی تھیں ان حالات میں قاری ابو محمد مرحوم نے بھی "مسند درس" کو زینت دی اور پانی پت کے اپنے طویل دورِ قیام میں قرآن مجید اور علوم قرأت قرآن مجید ہی پڑھاتے رہے۔ جس کا زمانہ پچاس سال کے قریب تخمینہ کیا جا سکتا ہے الغرض انہوں نے ایک طویل زمانہ قرآن مجید اور علوم قرآن کی ترویج و اشاعت میں بسر کر دیا اور پھر تقسیم ملک کے بعد اوکاڑہ میں اپنی وفات (۱۹۵۳ء) تک یہی فرائض انجام دیتے رہے۔

**قاری ابو محمد محی الاسلام کے تلامذہ**

پانی پت کے نصف صدی کے قریب ان کے دورِ تدریس میں سینکڑوں

[1] سمیع اللہ قریشی، قاریوں اور درویشوں کا شہر پانی پت، درسیارہ

ط وقراء نے ان کے فیضِ تربیت سے علوم قرأت و تجوید کی تکمیل کی۔ تاہم اس میں دو شاگرد سب سے
ں اور ممتاز تھے۔

**قاری شیر محمد** قاری شیر محمد صاحب اپنے وقت کے بہترین حافظ اور جیّد قاری تھے مگر بد قسمتی سے
پنے استاد کی زندگی میں انتقال کر گئے جس کا قاری ابو محمد کو ہمیشہ افسوس رہا۔

**قاری فتح محمد پانی پتی (نابینا)** قاری ابو محمد محی الاسلام کے دوسرے نامور شاگرد قاری فتح محمد صاحب
پتی تھے۔ جو بلا شبہ پانی پتی قراء و حفاظ کے "رئیس قافلہ" اور "سالار کارواں" ہونے کا شرف رکھتے
۔ ان کے فخر کے لئے کیا یہ کم ہے کہ انہی کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد اس پاکستان میں اور بعض عرب
ک (مثلاً السعودیہ وغیرہ) میں زینت مدارس ہیں۔

قاری فتح محمد صاحب نے بھی یوں تو سیکڑوں حفاظ اور قرأ کو پڑھایا مگر ان کے لائق ترین شاگرد
یار رحیم بخش صاحب ملتانی تھے۔ جنہوں نے تمام زندگی خیر المدارس میں قرآن مجید اور علوم قرأت پڑھانے
بسر کی۔ اور جن کے شاگرد فی الوقت پورے ملک میں ہر طرف کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں۔ اس وقت
ں جگہ قاری محمد طاہر صاحب خدمات تدریس بجا لا رہے ہیں۔ اس طرح ان کا فیض "جاری ہے اور
جاری رہے گا۔

**قاری محمد محی الاسلام کی تصنیفی خدمات** (۱) ذاتی تصانیف: قاری ابو محمد محی الاسلام ایک اچھے مصنّف بھی تھے ان
کی دو کتابیں، ان کی یادگار کے طور پر محفوظ ہیں۔ جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ شرح سبع قرأت۔ قرأت قرآن کا موضوع، اسلامی موضوعات میں اہم ترین اور وقیع ترین موضوعات
نامل ہے۔ اس موضوع پر متعدد علماء دادِ تحقیق دے چکے ہیں جن میں سے علامہ سیوطی، امام الشاطبی، علامہ
ی اور علامہ الجزری وغیرہ کی کتابیں نسبتاً زیادہ مقبول ہیں۔ قاری ابو محمد محی الاسلام بھی اسی موضوع پر
ح سبع قرأت" کے نام سے ایک جامع کتاب مرتب کی ہے۔ اس میں قرأت کے بنیادی قواعد و رموز پر گفتگو کی
ہے بقول قاری محمد طاہر صاحب "آج تک لکھی جانے والی کوئی کتاب نہ اس کا مقابلہ کر سکتی ہے اور نہ اس کا
بن سکتی ہے۔"[۱]

اس کی جلد اول مصنف نے اپنی زندگی میں طبع کی جب کہ دوسری جلد ان کے صاحبزادے پروفیسر محمد علی عثمانی
ب (ہیڈ ماسٹر ایچی سن سکول لاہور) کی کوششوں سے عنقریب زیور طباعت سے آراستہ ہوگی۔

---

[۱] روایت پروفیسر محمد علی عثمانی ہیڈ ماسٹر ایچی سن سکول، لاہور

۲۔ شجرۂ سبعہ قرأت | اس شجرہ میں فاضل مصنف نے اپنی ذات سے شروع ہو کر آنحضرت صلی اللہ آلہ وسلم تک اپنا سلسلۂ سند پہنچایا ہے۔ اس شجرہ میں علاوہ سند کے، اپنے شاگردوں کو کچھ مفید نصیح لکھی ہیں۔ مثلاً لکھا ہے کہ " وہ قرآن مجید کی لوجہ اللہ خدمت کریں۔ جو اہل ہو اس کو بتانے میں ہرگز بخل اور نا اہلوں کے درپے نہ ہوں۔ نیز اہل مقدور اور غیر مستطیع تلامذہ میں فرق نہ کریں" وغیرہ۔ یہ شجرہ چھپ چکا ہے۔

(ب) تفسیر مظہری کی اشاعت۔ ان دو تصانیف کے علاوہ قاری صاحب کا علمی و تفسیری د سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے "تفسیر مظہری" کی طباعت کا بیڑا اٹھایا اور اس کی اشا بظاہر ناممکن کام کو ممکن کر دکھایا۔

بلا خوف و تردید ان کی ذات گرامی کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر وہ تفسیر مظہری کا اہتمام نہ فرماتے تو یہ علمی جواہر پارہ نہ جانے ابھی اور کتنی مدت دنیائے علم سے مخفی رہتا۔ یہ قاری ہی کی ذات گرامی تھی جس نے اس تفسیر کو پردۂ اخفا سے نکالا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی ا کا کام پورا کر دکھایا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

تفسیر مظہری جو "بیہقی وقت" قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) کی لافا ہے اور جس کے بارے میں ابوحنیفۂ دوراں علامہ انور شاہ کشمیری کا یہ کہنا ہے کہ:-

"اس جیسی تفسیر روئے زمین پر موجود نہیں ہے"[1]

اور جس میں قرآن مجید کی تفسیر کے لئے حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم کلام، علم تاریخ، اجتہاد، و اشتقاق اور علوم تصوف کا حسنِ امتزاج ملتا ہے۔ دس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی ض وسعت اس کی عربیت اور ہندوستان میں کتب عربیہ کی ناقدری کے باعث یہ تفسیر ایک طویل تک دنیا کے سامنے نہ آسکی۔

اس نیک کام کا بیڑا سب سے پہلے مولوی رکن الدین القادری نے با اعانت مولوی مبارک ا اور ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء) میں روگڑی کاغذ پر تفسیر مظہری کی پہلی (سورۃ الفاتحہ۔ البقرہ) اور دوسری (سو عمران اور النساء) شائع کر دی۔ یہ نادر الوجود نسخہ اس وقت پنجاب پبلک لائبریری اور جامعہ پنجا میں محفوظ ہے۔ اسی شائع شدہ نسخے کو مشہور مستشرق براکلمان نے دیکھا تھا اور اسی کا اس نے ا

---

[1] سر ورق تفسیر مظہری مطبوعہ حیچہ وطنی جلد ۴

محققین نے ذکر کیا ہے۔ مگر افسوس کہ مولوی رکن الدین مرحوم اس سے آگے نہ بڑھ سکے۔

بعد ازاں سید محمد یامین میرٹھی نے مولوی عاشق الٰہی کے تعاون سے اپنے شہر میرٹھ سے تفسیر مظہری کی جلد سوم (المائدہ تا التوبہ) شائع کی۔ اس طباعت میں نسبتاً بہتر کاغذ استعمال کیا گیا۔ مگر وہ بھی اس کام کو آگے نہ بڑھا سکے۔ ان کے صاحبزادے سید جمیل الدین نے اپنے والد گرامی کے کام کی تکمیل کی کوشش کی۔ اور اس سے اگلی جلد (۱۳۶۳ھ/۱۹۴۳ء) میں جیبیہ وطنی سے شائع کردی۔ مگر اس کی تکمیل وہ بھی نہ کر سکے۔

**قاری ابومحمد محی الاسلام کی کوشش اور کامیابی** | اس سلسلے میں قدرت نے کامیابی کا تاج قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی کے لئے مقدر کر رکھا تھا۔ چنانچہ وہی اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوئے انہیں اس کام کا خیال کیسے آیا؟ اس کی بابت خود لکھتے ہیں۔

"دو سال قبل (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) میں ایک کام کی غرض سے حیدر آباد (دکن) گیا۔ تو وہاں کے بعض علم دوست بزرگوں نے از خود اس تفسیر کی عدم اشاعت کی وجہ دریافت کی۔ میں نے یہی وجہ (قلت سرمایہ) ظاہر کی۔ کچھ دیر تبادلہ خیال ہو کر یہ ذکر موقوف ہو گیا۔ چند روز بعد جناب فخر یار جنگ بہادر معتمد فنانس سرکار عالی نے مجھ سے دریافت کیا کہ اگر محکمہ اشاعت علوم سرکار عالی کچھ جلدیں لے کر ایک رقم عطا کرے تو کیا یہ تفسیر طبع ہو سکتی ہے۔ میں نے اقرار کر لیا۔ جس پر نواب صاحب ممدوح نے اپنی جانب سے محکمہ امور مذہبی میں اس تحریک کو پیش کر دیا۔ جو واپسی کے بعد بعض شرائط کے ساتھ منظور ہو گئی۔ الحمد للہ کہ اہل علم کی دیرینہ آرزو پورا ہونے کا سامان ہو گیا۔[1]

قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی کے، تفسیر مظہری کے طباعتی اور اشاعتی کام کو ہم تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

**۱۔ تصحیح مسودہ تیاری مبیضہ برائے پریس** | پریس کے لئے مسودہ کی تیاری آسان کام نہیں ہے تفسیر مظہری کی طباعت میں مذکورہ تاخیر کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ طباعت کے لئے اس کا مسودہ تیار نہ تھا اور اس کی ضخامت اور قلمی نسخے کی زبوں حالی کے پیش نظر یہ ایک جان جوکھوں کا کام تھا۔ اس ضمن میں قاری صاحب کی کوششیں نہایت قابل قدر ہیں۔ انہوں نے پانی پت میں قاضی صاحب کے خاندان میں محفوظ اس قلمی نسخے سے مبیضہ تیار کیا۔ جو بقول قاری صاحب کسی عربی قواعد سے نابلد کاتب کا تحریر کردہ تھا۔ اور جس میں بے شمار اغلاط موجود تھیں۔

---

[1] ترقیمہ تفسیر مظہری (قلمی)، فوٹو کاپی مملوکہ مقالہ نگار ص ۱۷

قاری صاحب نے اس قلمی نسخے پر نظر ثانی کر کے اس کی مدد سے ایک ایسا نسخہ تیار کیا جو بڑی حد تک اغلاط سے مبرّا تھا۔ ان کا تیار کردہ یہ نسخہ تین مرتبہ اصل سے اور چوتھی مرتبہ حضرت مؤلف کے نبیرہ قاضی عبدالسلام عثمانی کے مطالعہ کردہ نسخے سے موازنہ کر کے تیار کیا گیا تھا۔ پھر معنوی اعتبار سے بھی اس پر نظر ثانی کی گئی تھی۔

قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی اگرچہ اس قلمی نسخے سے تفسیر مظہری کی طباعت کا کام مکمل نہ کر سکے مگر بایں ہمہ اس امر کے قوی شواہد موجود ہیں کہ "ندوۃ المصنفین" کے ہاں سے طبع ہونے والی بقیہ جلدوں کا مسودہ بھی انہی کا تیار کردہ تھا۔

ب۔ تین جلدوں کی طباعت: بعد ازاں انہوں نے اعلیٰ معیار پر مجلس اشاعت اسلام حیدر آباد (دکن) کی مدد سے تین جلدیں (۱، ۲، ۵) طبع کر دیں۔ جن کی طباعت میں انہوں نے کئی باتوں کا بطور خاص التزام فرمایا۔ اندرونی سرورق پر مفسر علام کے مختصر حالات زندگی اور علمی القاب کا اندراج کیا گیا۔ مذکورہ تین جلدوں میں سے اول الذکر دونوں جلدوں پر طباعت کی کوئی تاریخ درج نہیں۔ تاہم تیسری اور پانچویں جلد پر سن طباعت، ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۷ء درج ہے۔ جس سے مترشح ہوتا ہے کہ اول الذکر دونوں جلدیں ۱۳۵۵ھ ۱۹۳۵ء میں طبع ہوئی ہوں گی۔

قاری ابو محمد محی الاسلام کا اس ضمن میں تیسرا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے تفسیر مظہری میں درج نہ صرف "قرأت عشرہ" پر نظر ثانی کی بلکہ اس سلسلے میں مفید حواشی بھی قلم بند کئے۔ قاضی صاحب نے قرأت عشرہ کی تسوید و کتابت میں جہاں کہیں کوئی بات خلاف واقعہ ان کو نظر آئی، قاری صاحب نے حواشی میں اس کی تصحیح فرما دی۔ اس طرح تفسیر مظہری "قرأت عشرہ" پر ایک جامع کتاب کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ قرأت عشرہ کا یہ التزام کسی اور تفسیر میں نظر نہیں آتا۔

جب تک دنیا میں تفسیر مظہری اور پانی پتی طریقۂ "تدریس قرآن" زندہ ہے، "قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی" کا نام بھی زندہ و جاوید رہے گا۔


**امام اعظم ابو حنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات**

تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی
ضخامت: ۲۷۲ صفحات
قیمت: ۶۰/- روپے

اردو کی سب سے پہلی اور کامیاب کاوش، فکر و نظر، علم و عمل، تاریخ و تذکرہ، فقہ و قانون، اخلاص وللّٰہیت، طہارت و تقویٰ، سیاست و اجتماعیت، جذبہ اصلاح انقلاب امت، تبلیغ و اشاعت دین، تعلیم و تدریس۔ غرض ہمہ جہت جامع اور نفع بخش

مؤتمر المصنفین — دار العلوم حقانیہ — اکوڑہ خٹک — پشاور